URDU

Dr Md. Monauwar. Alam
Deptt of urdu
R. N. College, Pandaul
6/5/2020

DII (H) Paper IV

Topic:- Khaka kundan ka Jayeza

خاکہ "کندن" کا جائزہ

رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی ۱۸۹۲ء میں ضلع جونپور اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ حضرت میر ذریاں کے جد اعلیٰ تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالقدیر تھا۔ رشید احمد صدیقی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۹۱۲ء میں میٹرک پاس کیا۔ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے بی۔ اے کیا اور ۱۹۲۱ء میں ایم۔ اے کیا۔ علی گڑھ سے وابستگی رہی۔ ان کی تصانیف میں یہ "ہم نفسان رفتہ" بھی شامل ہے۔ رشید احمد صدیقی کی خاکہ نگاری زندگی کے حقائق پر نظر رکھتا ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے اپنی نگاہ گوہر شناس کے ذریعہ کسی شخص کی سیرت کے بہت بڑے پہلو کو پیش کرتا ہے۔ رشید احمد صدیقی عام طور پر مزاح نگار سمجھے جاتے ہیں اس کے باوجود نقاد نگاری کی حیثیت سے بھی شہرت رکھتے ہیں اور خاکہ نگاری میں بھی بدرجہا کامیاب ہیں۔ انہوں نے جس صنف پر قلم اٹھایا ہے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ہے۔

کندن

رشید احمد صدیقی کا "ہم نفسانِ رفتہ" میں سات خاکے ہیں۔ جس میں "کندن" رشید احمد صدیقی کا شاہکار خاکہ ہے۔ "کندن" دنیا کی نگاہوں میں ایک معمولی انسان کالج کا گھنٹہ بجانے والا چپراسی ہے۔ ہم آپ اپنے تعلیمی اداروں میں ایسے چپراسیوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ان کی حالت دیکھ کر ممکن ہے کہ ہم ان سے ہمدردی محسوس کرتے ہوں لیکن ان کی شخصیت اور کردار سے متاثر ہوں ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے "کندن" کے پیکر میں ایک نکھری ہوئی شخصیت اور ایک پاکیزہ کردار دکھایا ہے جو اصول کا پابند ہے، اپنے کام میں ماہر، فرائض کے انجام میں مستعد، مخلص، سچا اور بے داغ، صاف دل اور صاف ذہن رکھنے والا انسان ہے۔ صرف اپنے آپ پر بلکہ دوسروں پر بھی اعتماد کرنے والا من موہن اور پرکشش شخصیت کا حامل۔ بلا لحاظ عزت و مرتبہ استاد ہو یا طالب علم سب سے یکساں محبت کرتے ہیں۔

"کندن" کالج کا گھنٹہ بجاتا تھا معلوم نہیں کب سے۔ کم و بیش تیس پینتیس سال سے۔ اتنے دنوں سے اتنی پابندی سے کہ اس طرف خیال جانا بھی بند ہو گیا تھا کہ وہ مر جائے گا یا گھنٹہ بجانے سے باز آ جائے گا۔ طالب علم کا زمانہ ختم کرکے اسٹاف میں آیا تو یہ گھنٹہ

Scanned with CamScanner

بجا رہا تھا۔ اس کو گھنٹوں کے مطابق کام کرتے کرتے پوری مدت ملازمت ختم ہو گئی۔ یونیورسٹی سے رخصت ہوا تو اسے گھنٹہ بجانا چھوڑا۔ گھنٹہ کی آواز روزمرہ کی اوقات میں ایسی گھل مل گئی تھی جیسے وہ کہیں باہر سے نہیں بلکہ ہمارے ہی اندر سے آ رہی ہو۔ جیسے وہ وظائف جسمانی کے معمولات میں داخل ہے، جس کا شعوری طور پر احساس نہیں ہوتا۔

کئی دن بعد کسی نے بتایا کہ کندن مر گیا۔ ایک دھکا سا لگا۔ ارے کندن مر گیا۔ اتنے دنوں سے گھنٹے کی آواز آتی رہتی ہے اور حسب معمول یہی سمجھتا رہا کہ کندن بجا رہا ہے۔ بتائے بغیر کیوں نہ معلوم ہو گیا کہ کندن مر گیا۔ نادانستگی میں اس کی یاد کے ساتھ یہ کیسا قصور ہوا۔ پھر یہی بات ذہن میں آتی ہے کہ موت سے مخصوص افراد جا ہے جس شدت سے متاثر ہوتے ہوں نظام فطرت اس سے زیادہ قابل التفات واقعہ دوسرا نہیں۔ اس سے فطرت کے نظام میں کوئی خلل پڑتا ہے نہ دنیا کے طور طریق میں کوئی فرق آتا ہے۔ اسی احساس سے تسکین تو کیا ہوتی بیماری اور بیزاری کے احساس میں اضافہ ہو گیا کیسے نہ کہوں کہ افراد کا متاثر ہونا نظام فطرت کے متاثر ہونے یا نہ ہونے سے بڑا حادثہ ہے۔ انسان کی جس نہج پر ترکیب ہوئی ہے اس میں تو افراد ہی کے تاثرات سب کچھ ہیں باقی!۔

رشید احمد صدیقی نے اپنے خاکے میں نہ صرف "کندن" کے کردار کو پیش کیا ہے بلکہ اپنے انداز و اسلوب کے باعث اس کردار (کندن) کے عادات و خصائل کی عکاسی بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ رشید احمد صدیقی کے خاکے خصوصاً "کندن" میں ان کی انشاپردازی کے جملہ اوصاف منعکس ہو جاتے ہیں۔ "کندن" میں انہوں نے "کندن" کی شخصیت کے ان ہی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے جن سے ان کا واسطہ رہا ہے۔ اور اسی کے باعث ان کا خاکہ "کندن" ان کا شاہکار خاکہ ہو گیا ہے۔

Scanned with CamScanner